Oriental College Magazine, Vol.101, No. 02, Serial No. 380, 2025

یوسف ناظم کے سفر نامہ ”امریکہ میری عینک سے“ میں طنز و مزاح

ارسلان احمد
ایم فل اسکالر (اُردو)، دی اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور
زنیرہ صدیق
وزیٹنگ لیکچرار، دی ویمن یونی ورسٹی، ملتان

Satire and humor in Yousuf Nazim's travelogue "America Meri Enak Sy"

Arslan Ahmad
MPhil Research Scholare (Urdu)
The Islamia University Bahawalpur

Zunaira Saddique
Visiting Lecturer Urdu
The Woman University Multan

Abstract

Ever since man came into this world, he has been in a state of journey. This journey strengthens his sense of observation. These observations and experiences compel man to write. Thus the genre of travelogue comes before us. Many writers in Urdu literature have also written travelogues. The first travelogue is called Ajaibaat Farang. After that, great writers of Urdu literature took up the pen and wrote travelogues. One of these great names is Yusuf Nazim, who wrote a travelogue titled “America meri ainak say”. It is said that if there is a touch of humor and satire in a piece of writing, the reader reads it with great interest. Yusuf Nazim has also created a sense of wonder in his travelogue through this humor. This combination of humor and satire makes this travelogue popular.

Keywords:
Travelogue, humor, surprise, laughter, freshness, migration, Urdu literature, history, Yousf nazim, America meri einak say

جب خدا بزرگ و برتر کی ذات نے انسان نامی ایک مخلوق کو تخلیق کیا تو اس کی سرشت میں تنوع بھی پیدا کر دیا۔ اسی تنوع کے سبب اس کی طبیعت میں بے چینی، اکتاہٹ رہتی ہے جو کہ اسے ایک جگہ پر رہنے نہیں دیتی۔ انسان کی یہی جبلت اس کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر سفر کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ اس فطری عمل کے سبب جب محدود مدت کے لیے ہجرت کرتا ہے تو اس ہجرت کو سفر کا نام دیا جاتا ہے۔ انسان کی سوچ میں تجسس کا مادہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اور یہی تجسس اسے انجان راہوں کا مسافر بنا دیتی ہیں۔ نئی سے نئی چیز کی تلاش کا اشتیاق اسے ہجرت پر مجبور کرتا ہے۔ کچھ لوگ بوجہ مجبوری سفر کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ اپنے تجسس کو ایک نئی جہت سے روشناس کرنے کی خاطر مشاہدات و تجربات کے ذریعے سفر کرتے ہوئے ان سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اپنے ان تجربات و مشاہدات کو وہ صرف اپنے تک محدود نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو بھی ان میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ جن سے لوگوں میں مزید اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے۔

اردو ادب میں سفر نامے کی صنف ایک بیانیہ کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ جس میں ایک ادیب مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے اپنے مشاہدات و تاثرات کی رو سے تمام مناظر کو قلم بند کرتا چلا جاتا ہے۔ جو کچھ اس سفر کے دوران اس پر بیت چکی ہوتی ہے اس کو اپنی قلم کی طاقت سے تحریر کی صورت میں لے آتا ہے تاکہ قاری بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ جو قارئین دور دراز کا سفر نہیں کر پاتے وہ ان ادبی تحریروں کے ذریعے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے اردو ادب میں سفر نامہ کی صنف آج بھی خاصی مقبول ہے۔

روز اول سے انسان اپنی یادوں کو کسی نہ کسی طور محفوظ کرتا رہا ہے تاکہ یہ یادیں اس کے ذہن کا حصہ بنی رہے۔ پرانے عہد میں جب تحریر لکھنے کا رواج کم تھا تو لوگ واقعات و تجربات کو سینہ بہ سینہ ایک سے دوسرے میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ماضی قدیم کی بہت سی یادیں ہم تک اِنھی طریقوں سے پہنچ سکی ہیں۔ انسان حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنی یادوں کو اپنے حافظے میں محفوظ کر لے۔ لیکن کچھ عرصے تک تو یہ سلسلہ برقرار رہتا ہے پھر سب یادیں انسانی ذہن سے محو ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ایسے عہد کی شروعات ہوئی جب انسان نے مختلف طریقوں سے اپنے تاثرات و تجربات کو مختلف اسلوب کے پیرائے میں قلم بند کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح سفر ناموں کو ایک شکل مل گئی۔

اردو ادب میں بیشتر اصناف یا تو انگریزی زبان کی دین ہیں یا فارسی و عربی سے ہماری زبان کا حصہ

بنی۔ سفر نامہ کی صنف بھی فارسی الاصل ہے۔ فارسی زبان میں لکھا گیا سفر نامہ "میر طالب فی بلاد، افرنجی" جو کہ مرزا طالب اصفہانی (۱۷۰۳-۱۸۹۹) نے لکھا تھا۔(۱)

"سفر نامہ ایک کہن بیانیہ صِنف ہے، جو فرد کے بدلتے مزاج کی بدولت ہمارے سامنے آئی۔ ایک سفر نامہ نگار اپنے مخصوص سفر سے ،جب واپس آتا ہے وہ اپنے تجربات و مشاہدات اور خیالات کو ترتیب دے کر الفاظ کی صورت میں جو فن پارہ تخلیق کرتا ہے وہ سفر نامہ ہے۔"(۲)

اگر اردو ادب کے پہلے یا اولین سفر نامے کی بات کریں تو یوسف خان نے عجائباتِ فرنگ کے نام سے پہلا سفر نامہ لکھا لکھا اور اس کو ۱۸۴۷ء میں سامنے لے کر آئے۔ یوسف خان نے کلکتہ سے انگلستان کا سفر کیا تو اس کو تحریری صورت میں لکھا۔ اس سفر نامے کا دوسرا نام تاریخ یوسفی بھی ہے۔ اس روداد میں انھوں نے نہ صرف اپنے قلم کا جادو جگایا بلکہ جس دیس میں گئے ہوئے تھے اس کا احوال بھی بیان کیا ہے۔ یوسف خان کمبل پوش کے بعد اردو ادب کا قلم بند نہیں ہوا بلکہ اس روایت میں بڑے بڑے ادیبوں نے اپنا حصہ ڈالا۔ انھی بڑے ناموں میں سر سید کا مسافران لندن، محمد حسین آزاد اور مولانا شبلی نعمانی نے "نگارستان فارس" اور "سفر نامہ مصر روم و شام"، سید سلیمان ندوی کا "سیر افغانستان" اور مولوی محبوب عالم نے ، "سفر نامہ یورپ " لکھا۔ مذہبی سفر ناموں میں "سفر نامہ حجاز"(عبد الماجد دریابادی)، "لبیک"(ممتاز مفتی)، "بغداد سے مدینہ منورہ تک"(احمد سعید ملیح آبادی) جیسے مذہبی نوعیت کے سفر ناموں نے بھی ایک نئی روایت ہمارے سامنے پیش کی۔

سفر نامہ جیسی صنف کی شہرت کا بول بالا مندرج بالا تحریر سے بخوبی ہوتا ہے کہ اس صنف میں کتنے بڑے بڑے ادیبوں نے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ ان نامور ادیبوں نے بڑی جانفشانی سے اِس صنف کو دوسری بڑی تمام اصناف کے برابر لا کھڑا کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اردو ادب کی تاریخ سفر نامے کے بغیر ادھوری یا نامکمل ہے تو اس میں کوئی دورائے نہ ہو گی۔ ادیبوں کے سفر کی نوعیت کے سبب ان کی مختلف اقسام ہمارے سامنے آتی گئیں۔ کسی نے مذہبی سفر نامے لکھے تو کسی نے مقامی، مہماتی، موضوعاتی اور مزاحیہ سفر نامے لکھے۔ سفر نامے کی صنف میں مزاح اور طنز کا عنصر ایک خوب صورت اضافہ ہے۔ اس طرح قارئین ان تمام احوال و آثار کو بڑی دلجمعی سے پڑھتا ہے جس کو مصنف نے مزاح اور طنز کے لبادے میں اوڑھ کر بیان کرتا چلا جاتا ہے۔

زندگی دراصل ایک امتحان کا نام ہے۔ اس امتحان سے گزرنے کے لیے فرد کو بہت سے حادثات سے نمٹنا ہوتا ہے۔ ان حوادث کو تلخ تجربات سے بچانے کی خاطر انسان اپنی حسِ مزاح کا سہارا لیتا ہے تاکہ زندگی کے کچھ پل تو ہنستے ہوئے گزر جائیں۔ انسان کے چہرے پر بہت سے رنگ مختلف طریقوں سے اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ جب انسان ہنستا اور مسکراتا ہے تو اس کا چہرہ شادمانی کا پیکر بنا اس کی نفسیات کو ایک طرح سے سکون دے رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ انسان جب مسکراتا ہے تو اس کا ذہن بھی ایک طرح سے سکون میں آ جاتا ہے۔ جو لوگ زندگی کو جینے کا ڈھنگ نہیں جانتے پھر وہ مسکرانا بھی بھول جاتے ہیں۔

اردو ادب میں بھی مختلف ادیبوں نے اپنے فن پاروں میں طنز و مزاح کے عناصر پیدا کر کے تحریر کو مزید دلچسپ بنانے کی سعی کی ہے۔ تاکہ پڑھنے والا بوجھل اور مایوسی والی تحریروں سے نکل کر ایک الگ دنیا سے بھی متعارف ہو سکے۔ مزاح کا مقصد صرف جملے کسنا نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کی شعوری سطح پر ضرب لگا کر اس کو ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مزاح نگار اپنے خاص اسلوب کی وجہ سے طوالت کی بجائے شگفتہ جملوں کی مدد حاصل کرتا ہے تاکہ چھوٹے چھوٹے جملے قاری کے ذہن پر اثر انداز ہو سکے۔ اگر ادیب کی شخصیت میں حاضر دماغی اور شگفتگی کا عنصر نمایاں ہو گا تو اس کی تحریروں میں بذلہ سنجی خود بخود آ جاتی ہے۔ وہ ندرت خیال اور اور موضوع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنی طبعیت کے زیر اثر تحریر میں مزاح کا عنصر پیدا کر لیتا ہے۔ مزاح کی نسبت طنز میں بہت سے رمز موجود ہوتے ہیں۔ بیشتر دیکھا گیا ہے کہ طنز اور مزاح کو ایک ہی سانچے میں رکھا جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں زمین آسمان کا سا فرق ہے۔ مزاح میں کسی پر چوٹ نہیں کی جاتی بلکہ ایک خفیف سا مزاح پیدا کیا جاتا ہے تاکہ سامنے والا مسکرانے پر مجبور ہو جائے۔ جب کہ طنز میں چوٹ کی جاتی ہے۔ وہ چوٹ چاہے سماجی رویوں کی ہو یا کسی کی جسمانی یا ظاہری ساخت پر کی جائے۔ لیکن دونوں ہی طریقوں میں ادیب کا مقصد صرف مزاح ہی پیدا کرنا ہوتا ہے۔

> "طنز نگار سرجن ہوتا ہے۔ جراح ہوتا ہے۔ کچھ نہ کچھ کہ کر سب کچھ کہنے کے فن میں ماہر ہوتا ہے۔۔۔۔ مزاح نگار ہنسوڑ ہوتا ہے۔ لوگوں کو ہنساتا ہے۔ شگوفے کی پھلجڑیاں چھوڑتا ہے۔۔۔۔ وہ دوڑ کی کوڑی لاتا ہے۔ اپنی تحریروں سے سب کو چونکاتا ہے۔"(۳)

گزرے ہوئے ایام میں اردو کے نامور ادیبوں نے مختلف ملکوں کے سفر کیے اور اپنے احساسات و حوادث کو تحریری صورت میں لے کر آئے۔ مزاحیہ سفر ناموں کا آغاز ہمیں قیام پاکستان کے بعد نظر آتا ہے۔ کچھ ناقدین کا ماننا ہے کہ شفیق الرحمن کا سفر نامہ "برساتی" اولیت کا حق دار ہے تو بعض تردید کرتے

ہوئے بیگم اختر ریاض الدین کے سفر نامے "سات سمندر پار" سے اس کی شروعات کرتے ہیں۔ اسی روایت کا ایک نام عرش تیموری کا بھی ہے۔ ان کے سفر نامے کا نام "ایک سانولا گوروں کے دیس میں" تھا۔ ابراہیم جلیس کا سفر نامہ "نئی دیوار چین" کے نام سے مزاحیہ سفر ناموں کی فہرست میں ایک اہم نام ہے۔

عصر حاضر کے مزاحیہ سفر ناموں کی بات کی جائے تو ابن انشاء کا نام سر فہرست ہے۔ وہ ایک ایسے بنجارے کی صورت ہمارے سامنے آتا ہے جو بظاہر تو اپنے مشاہدات کو بیان کرتا ہے لیکن وہ پس پردہ ان تمام چیزوں کے باطن میں جا کر ان کی حقیقت کو طنز و مزاح کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کرنے کی سعی کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے سفر ناموں میں فطرت کو سمجھنے کے بعد اس طرح شگفتہ انداز میں پیش کیا کہ قاری ایک بار کو حیران ہو گیا۔

ابنِ انشاء کے سفر ناموں کی انفرادیت ان کا تقابل کرنا اور شگفتہ انداز ہے۔ وہ دوسرے ممالک کی تہذیب و ثقافت کو اپنے دیس کے ساتھ موازنہ کر کے بڑی خوبصورتی سے مزاح کے لبادے میں اوڑھ کر بیان کر دیتے ہیں۔

ابن انشاء کے بعد مزاح نگاری کا ایک بڑا نام عطاء الحق قاسمی اور کرنل محمد خان کا بھی ہے۔ جنھوں نے بالترتیب "خند مکرر"، "شوق آوار گی" اور "بہ سلامت روی" جیسے سفر نامے لکھ کر روایت میں نیا اضافہ کیا۔ مزاح نگاری کے بے تاج بادشاہ مجتبیٰ حسین نے "جاپان چلو: جاپان چلو" کے عنوان سے ایک مزاحیہ سفر نامہ تحریر کیا۔

ان مزاحیہ سفر ناموں کی فہرست طویل ہے۔ لیکن اسی روایت کا ایک بڑا نام یوسف ناظم بھی ہے۔ جن کی کتھا "امریکہ میری عینک سے" ۱۹۹۳ کو شگوفہ پبلی کیشنز والوں کی معاونت سے قارئین کے لیے پیش کی گئی۔ یہ کتاب باون (۵۲) عنوانات کے تحت لکھی گئی ہے۔ انھوں نے یہ سفر ذاتی نوعیت میں کیا تھا۔ جہاں پر انھوں نے اپنی بیٹی اسماء یوسف کی شادی میں شرکت کی تھی۔ واپسی پر اس کو تحریری شکل دے دی۔ اس سفر کی بابت وہ خود لکھتے ہیں۔

> "اس سفر کا شانِ نزول یہ ہے کہ میری چھوٹی بیٹی اپنے بھائی راشد سلمان سے ملنے کیلی فورنیا گئی وہاں سے شکاگو اپنے ماموں اقبال بیگ کے پاس۔ وہیں اس کی نسبت طے ہو گئی۔ اس

شادی کی تقریب میں ہم دونوں یعنی میں اور میری بیوی نے یہ سفر اختیار کیا جس کا شان و گمان بھی نہیں تھا۔"(۴)

بلاشبہ ان کا یہ سفر نامہ ان کی نجی مصروفیات کے سبب کرنا پڑا لیکن ان کی عمیق نظر اور مشاہدے نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو دیکھ کر اپنے سفر نامے کی زینت بنایا۔ اس فن پارے کے ذریعے ان کا شگفتہ پن نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ عوامل اس لیے زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں کیوں کہ وہ بنیادی طور پر ایک مزاح نگار ہیں۔ دو درجن کے قریب کتب ان کی بذلہ سنجی کا اہم ثبوت ہے۔ جن کے سبب وہ ادب میں اپنا ایک مقام پیدا کر چکے ہیں۔ اس سفر کے دوران انھوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی چار ریاستوں شکاگو، نیویارک، نیوجرسی اور سان فرانسسکو کا سفر کیا۔ جہاں کی بود و باش، زبان، رویے، ثقافت اور پہناوے کو اپنے خاص مزاحیہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ان کا لکھا ہوا یہ فن پارہ قاری کو کہیں بھی بوریت کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ شروع سے لے کر آخر تک شگفتگی اور تازگی کا احساس برقرار رہتا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔

"پہلے امریکہ کا خلاصہ سنیئے۔ ہمارے اسکولی بچوں کی گائڈ بک اسی لیے مرتب کی جاتی ہے۔ بچوں کے پاس ٹی وی پروگرام دیکھنے، گھر کا کام کاج کرنے، بازار آنے جانے اور لڑنے جھگڑنے سے جو وقت بچتا ہے اس میں صرف گائیڈ بک پڑھی جاسکتی ہے، کوئی بک نہیں پڑھی جاسکتی۔ اس لیے خلاصے بہت پسند کیے جاتے ہیں۔"(۵)

گائیڈ بک کا استعمال عموماً خاص چیزوں کی نشاندہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہاں پر یوسف ناظم نے اپنے خاص مزاحیہ اسلوب میں امریکہ کی تاریخ کو گائیڈ بک سے تقابل کر کے غیر ضروری تفصیلات سے گریز کیا ہے۔ ان کا خاص مئوثر تکلم ہر بول اور جملے کو ایک الگ ڈھب میں بیان کرتا ہے۔ جس سے قاری عام طور پر لطف اندوز ہوتا ہے۔

"براعظم امریکہ دو بڑے سمندروں سے تربتر ہے۔ بحر الکاہل اس کی آب و تاب ہے اور بحر اوقیانوس اس کی آبرو۔ یہ آب دیدہ اور برفاب چشیدہ ہے۔ براعظم اتنا تر ہے کہ امریکہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی آپ احساس تری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ احساس نفسیاتی نہیں قدرتی ہوتا ہے۔ (نفسیاتی اور قدرتی احساسوں میں وہی فرق ہے جو دو مختلف المزاج ساسوں میں ہوتا ہے)۔(۶)

اس اقتباس میں جہاں مصنف نے امریکہ کے محل وقوع کو بیان کیا وہیں پر الفاظ کے چناو سے ایسا

مزاح کا تڑکا لگایا کہ قاری کے لب پر مسکراہٹ آجائے گی۔ اس کے علاوہ اس اقتباس میں بھی احساس اور نفسیات جیسے اہم موضوعات کو ساس جیسے سماجی کردار سے تقابل کر کے ایک الگ ہی رنگ بھر دیا ہے۔

انھوں نے صرف جغرافیائی حوالوں کو ہی اپنے سفر نامے کا حصہ نہیں بنایا بلکہ وہاں کے عام معمول ،لباس کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ وہ عام سی باتوں کو بھی باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے اس میں سے مزاح کا عنصر ڈھونڈ لیتے ہیں۔ عموماً دیکھنے کو ملا ہے کہ امریکہ کی اکثر خواتین جو لباس زیب تن کرتی ہیں وہ لباس کم اور جسم کی نمائش زیادہ لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے مشرق کے لوگ ان کو طنز کا نشانہ بناتے وقت ذرا نہیں چوکتے۔

> "غنیمت ہے کہ امریکی لوگ کاغذ کا بنا بنایا لباس نہیں پہنتے گو ان کا پیراہن کاغذی نہیں ہوتا لیکن جتنا اور جیسا بھی لباس امریکی خواتین و حضرات کے زیر استعمال ہوتا ہے وہ دیکھنے والوں کو "بین السطور" پڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ امریکہ میں جو بھی سیاح پہنچتا ہے خود مطالعے کا شوقین ہوتا ہے۔ یہ لباس سب کو زیر کر دیتا ہے۔"(۷)

ہمیشہ سفر کے دوران عمیق نظر اور مشاہدے کی حس کا تیز ہونا از حد ضروری ہے۔ تا کہ وہ اپنے اس سفر کے دوران مظاہر قدرت کو دیکھ کر دوسروں تک اپنی روداد کو پہنچا سکے۔ اس طرح سفر نامہ لکھنے والے کے رویے، شعور اور اس فرد کی ذات کی عکاسی کرتا ہے۔ مزاح نگار اس فطرت میں سے اپنی فطری تخلیق کے باعث ایک لطف پیدا کرتا ہے تا کہ قاری سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مزاح سے بھی واقف ہو سکے۔ بے ساختہ جملوں اور طنز کی کاٹ سے وہ اپنے اسلوب کو ایک الگ رنگ دے دیتا ہے۔ یوسف ناظم ہر ایک چیز کا مشاہدہ عام آنکھ سے کرتے ہیں اور اس کو بیان بھی بڑے سادہ طریقے سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ اس سادگی میں بھی وہ مزاح پیدا کر لیتے ہیں کہ ایک بار کو قاری کے لبوں میں جنبش سی آجاتی ہے اور وہ بے ساختہ مسکرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ایک اچھے سفر نامہ نگار کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریر کے ذریعے قاری کو ساتھ ساتھ لے کر چلے۔ جہاں جہاں اس نے سفر کیا ہوتا ہے وہاں پر قاری بھی اپنے آپ کو محسوس کرے۔ جب وہ امریکہ کی ریاست سان فرانسسکو پہنچتے ہیں تو وہاں کا احوال اپنی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "خلیج کے کنارے سنگی چبوترے ایک مسلسل دائرے کی شکل میں بنے ہوئے ہیں اور صبح صبح آسمان سے گرنے والی شبنم ان کے غسل صحت کا اہتمام کرتی ہے۔ یہ چوپاٹی نہیں ہے اور

یہاں چاٹ اور بھیل پوری نہیں ملتی۔ لوگ یہاں صرف قدرت کا کمال دیکھنے آتے ہیں، دہی بڑے کھانے نہیں آتے۔ سرد ہوائیں چلتی ہیں لیکن ناظرین کپڑوں میں ملفوف ہو کر ان ہواؤں کی لذت سے بالمشافہ استفادہ کرتے ہیں۔"(۸)

سفر نامہ کی صنف لکھنے والے سے غیر جانبداری کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ اس صنف میں اگر احتیاط نہ برتی گئی تو بہت سی تاریخی چیزیں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ جب ایک مصنف کسی دور دراز مقام پر سفر کی غرض سے جاتا ہے تو اس کو اس مخصوص جائے مقام کی تہذیب و ثقافت کی اتنی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ اور بعض مصنفین خیال کی رو میں بہہ کر اس کو غلط لکھ جاتے ہیں۔ جب وہ سفر نامہ قاری کے ہاتھ میں پہنچتا ہے تو وہ اسی چیز کو قبول کرتا ہے جو مصنف نے لکھ دیا ہے۔ یوسف ناظم نے جہاں اپنے سفر نامہ میں طنز و مزاح کا تڑکا لگایا ہے وہیں احتیاط بھی برتی ہے۔ ان کا مشاہدہ اور علمی سمجھ بوجھ نے ان کی بے باکی اور برجستہ جملوں پر آنچ نہیں آنے دی۔ انھوں نے جہاں بھی مزاح نگاری کا تڑکا لگایا ہے وہاں پر ان کا اسلوب طعن و تشنیع سے پاک ہی نظر آیا۔ انھوں نے کبھی بھی کسی تہذیب کا مذاق نہیں اڑایا نہ ہی اپنے سفر نامہ میں کسی کی ذات کو نشانہ بنایا۔ ان کا سفر نامہ حقیقی شعور سے ہوتا ہوا مزاح نگاری کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔

جب وہ امریکہ گئے تو وہاں کی تہذیب و روایات بہت پسند آئی۔ اسی لیے وہ کئی بار ان کی ثقافت کا موازنہ ہندوستان کی تہذیبی روایات سے ضرور کرتے ہیں۔ بعض اوقات ان کا لہجہ کچھ طنزیہ بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طنز کی لپیٹ میں آئی چیز کے پس پردہ بہت سے اسباق موجود ہوتے ہیں۔ اسی اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"ادھر سڑکوں پر جانوروں کو چلنے پھرنے اور عارضی قیام کی اجازت نہیں ہے۔ ورنہ ہندوستان میں تو جانور اپنے نجی معاملات اور مسائل سڑکوں پر طے کرتے اور سلجھاتے ہیں۔ مغرب میں کتے آوارہ نہیں ہوتے مطلب یہ کہ ادھر آوارہ کتے نہیں ہوتے۔"(۹)

یوسف ناظم کے مزاح کے بیشتر ہدف دونوں ملک کی تہذیب کا موازنہ رہا ہے۔ ان کو دونوں معاشرتی رویوں پر بات کرنے کا ہنر آتا ہے۔ اوپر دی گئی مثال میں اسی تقابل کے ذریعے انھوں نے ایک تلخ حقیقت پر بات کی ہے۔ ان کے سفر نامے میں جہاں جہاں ہمیں مزاح کا عنصر نمایاں نظر آیا ہے وہیں پر کچھ تلخ حقائق کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا مزاح ان تلخیوں کے ذریعے ان کے نقطہء نظر کی وضاحت کر رہا ہوتا ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کو سطحی طور پر لا کر مزاح کی صورت میں بیان کرتے ہیں تو قاری اِن تمام چیزوں کو پڑھ کر ہنستا بھی ہے اور سوچنے پر مجبور بھی ہو جاتا ہے۔ یوسف ناظم کا یہ بے باک انداز سفر نامے میں زعفرانی

رنگ لا کر سفر نامے کو پر لطف بنا دیتا ہے۔

یوسف ناظم کا انداز بیاں گو کہ مزاحیہ ہے۔ لیکن ان کی باتوں میں طنزیہ لہجے کو بھی برابر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ جہاں جہاں وہ امریکی ثقافت کے مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہیں پر وہاں کے کچھ منفی رجحانات کو بھی بیان کرنے سے نہیں چوکے۔ جہاں امریکہ ایک ترقی یافتہ ملک اور سپر پاور ملک ہے وہیں پر کچھ بھیانک چیزیں بھی دیکھنے کو ملی ہیں۔ یوسف ناظم لکھتے ہیں۔

> "دنیا کا کوئی بھی ملک کوثر و تسنیم سے دھلا نہیں ہوتا۔ امریکہ نے جتنی ترقی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کی ہے اتنی ہی ترقی یہاں جرائم کے میدان میں بھی ہوئی ہے۔ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے کا مقولہ یہاں مقبول ہے اور عورتوں پر جبر و ستم کی وارداتیں وظیفہ حیات ہیں۔"(۱۰)

یوسف ناظم اپنی طبیعت میں خوش الحان واقع ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی باریک بینی ان کو بہت کچھ کہنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انھوں نے امریکہ کے ان منفی رجحانات کو بھی اپنے فن پارے کا حصہ بنایا تا کہ قاری بھی ان کو محسوس کر سکے۔ لیکن وہ اس کی وضاحت بھی مزاحیہ انداز میں کرتے ہیں۔ تا کہ قاری اس کا مطالعہ کر کے مسکرائے بھی اور سوچنے پر مجبور بھی ہو جائے۔ وہ اپنے اردو گرد ہر چیز کو دیکھ کر اس میں سے مزاح کی کیفیت کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

امریکہ پر بہت سے ادیبوں نے سفر نامے لکھے ہیں۔ ان میں بیشتر ادیب تو نامی گرامی بھی ہیں۔ لیکن یوسف ناظم کا لکھا گیا سفر نامہ اپنے مزاح اور پر لطف انداز کے سبب ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انھوں نے اس سفر نامے کو لکھتے وقت خوش دلی کا دامن کبھی بھی نہیں چھوٹنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سفر نامہ آج بھی ویسا ہی مقبول ہے۔ عبدالستار دلوی لکھتے ہیں۔

> "یوسف ناظم صاحب کا یہ سفر نامہ مشاہدات، تجربات مطالعات کا ایک خزینہ ہے۔ جس میں زبان و بیان کی لطافت اور شیرینی، مزاح کی پھلجڑیاں، مطالعہ کی وسعت اور علم کی فراوانی شامل ہے۔ یہ ان کی اختصار نویسی کا اعجاز سفر نامہ ہے۔"(۱۱)

یوسف ناظم کا لکھا گیا سفر نامہ "امریکہ میری عینک سے" اردو ادب میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ وہ اپنے سفر نامے میں جو زیست کے رنگ دکھاتے ہیں وہ زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا مزاحیہ اسلوب قاری کے چہرے پر مسکراہٹ لے آتا ہے۔ وہ ہر بات کو مختصر مگر جامع انداز میں پیش کرنے کا فن

بخوبی جانتے ہیں۔ ان کا مزاحیہ رویہ ان کے سفر نامے میں ہر جگہ بکھرا ہوا ہے۔ یوسف ناظم کا لکھا گیا یہ سفر نامہ اپنے خاص انداز بیان اور شگفتہ اسلوب کی وجہ سے سفر نامے کی روایت میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ضامن علی حسرت، اردو کے منتخب مزاح نگاروں کے سفر ناموں کا تجزیاتی مطالعہ، (حیدرآباد: لکی پریس، چھتہ بازار، ۲۰۱۱ء)، ۲۸۔

(۲) خالد محمود، اردو سفرناموں کا تنقیدی مطالعہ، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۱ء)، ۲۲۔

(۳) خواجہ عبدالغفور، طنز و مزاح کا تنقیدی جائزہ، (نئی دہلی: موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۳ء)، ۷۸۔

(۴) یوسف ناظم، "ایک ناگفتہ بہ آب بیتی"، ماہنامہ شگوفہ ۳۷، شمارہ خصوصی (جون ۲۰۰۴ء)، ۳۶۔

(۵) یوسف ناظم، امریکہ میری عینک سے، (حیدرآباد: شگوفہ پبلی کیشن، ۱۹۹۳ء)، ۷۔

(۶) ایضاً، ۷۔ (۷) ایضاً، ۸۔

(۸) ایضاً، ۳۹۔ (۹) ایضاً، ۶۰۔

(۱۰) ایضاً، ۴۶۔

(۱۱) عبدالستار دلوی، پروفیسر، "یوسف ناظم کا سفر نامہ امریکہ"، ماہنامہ شگوفہ ۳۷، شمارہ خصوصی (جون ۲۰۰۴ء)، ۸۶۔

References

(1) Zamin Ali Hasrat, *Urdu k Muntakhib Mazah Nigaron ky Safarnamon ka Tajzeyati Mutala*, (Haiderabad: Lucky Press, Chata Bazar, 2001), p28.
(2) Khalid Mehmood, *Urdu Safarnamon ka Tanqidi Mutala*, (New Delhi: Maktaba Jamia, 2011), p22.
(3) Khwaja Abdul Ghafoor, *Tanz-o Mazah ka Tanqidi Jaiza*, (New Delhi: Modern publishing house, 1983), p78.
(4) Yousaf Nazim, “Aik Nagufta beh aab-beeti”, monthly *Shagoofa*, no.37, June 2004, p36.
(5) Yousaf Nazim, *Amrica meri ainak*, (Haiderabad: Shagofa publication 1993), p7.
(6) ibid, p7. (7) ibid, p8. (8) ibid, p39
(9) ibid, p60. (10) ibid, p46.
(11) Abdul Sattar Dalvi, “Yousaf Nazim ka safarnama America”, monthly *Shagoofa*, no.37, June 2004, p86.

❖❖❖